بدن وسیع ہوتا چلا جائے گا۔ ان حالات میں ملک کے دینی سیاسی حلقوں پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ اس ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ اس کے بارے میں اگلے شمارہ میں ہم اپنی معروضات تفصیل کے ساتھ پیش کریں گے' انشاء اللہ (۱۲۔ اکتوبر)

آہ! ماسٹر بشیر احمد کشمیریؒ

گکھڑ کے پرانے بزرگ محترم ماسٹر بشیر احمد کشمیریؒ گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم' حضرت والد محترم مدظلہ کے قریبی ساتھیوں میں تھے اور انتہائی مخلص دینی کارکن تھے۔ مجلس احرار اسلام اور جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ رہے' حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت کا تعلق تھا اور گکھڑ میں ہفت روزہ خدام الدین' ترجمان اسلام اور دیگر دینی جرائد کے تقسیم کار تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دیں' ان کی حسنات قبول فرمائیں' سیئات سے درگزر کریں اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یاالہ العالمین

مولانا احتشام الحق تھانوی کی آپ بیتی

تحریک جمہوریت پاکستان کا ایک باب

○ تحریک جمہوریت پاکستان ۱۹۶۹ء' ۱۹۷۰ء کا چشم دید بیان

○ تحریک پاکستان سے لے کر اب تک جماعت اسلامی کے سیاسی اور مذہبی افکار و عقائد کا تجزیہ

مرتب: ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری ر شاہد حسین خان

ناشر: مولانا احتشام الحق تھانوی اکادمی' کراچی

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

مغربی میڈیا کی اسلام دشمن مہم اور سنت نبوی

ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا زاہد الراشدی نے ۲۵ ستمبر ۹۳ء کو بعد نماز عصر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر (برطانیہ) میں مغربی میڈیا کی اسلام دشمن مہم کے حوالہ سے اہل دین کی ذمہ داری کے موضوع پر مندرجہ ذیل خطاب کیا۔

بعد الحمد والصلوٰۃ!

میں نے آپ کے سامنے سورۃ الشعرا کی آخری چند آیات لفظی ترجمہ کے ساتھ تلاوت کی ہیں ان میں شعرا کا ذکر ہے اور اسی مناسبت سے اس سورہ کا نام الشعرا ہے۔ شعرا شاعر کی جمع ہے اور شاعر کا معنی ہے شعر کہنے والا! شعر و شاعری قدیم زمانہ سے اظہار و ابلاغ کا ایک موثر ذریعہ چلی آرہی ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دور عربی زبان کی شعر و شاعری کے عروج کا دور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے تو ہر طرف شعر و شاعری کا غلغلہ تھا۔ قومیں اور قبیلے اس فن کو اپنے تفاخر اور برتری کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے اور اسی زمانے میں دو ہی فن کسی شخص یا قبیلے کے کمال و برتری کی علامت سمجھے جاتے تھے۔ ایک شعر و شاعری اور دوسرا کہانت و سحر۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا پاکیزہ کلام پیش کیا تو انہوں نے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے مرعوب ہو کر اسے شاعری اور ساحری سے تعبیر کرنا شروع کر دیا جس کی اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں نفی اور تردید کی ہے اور پھر آخر کار خود ان عربوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ یہ شعر اور جادو نہیں ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے اللہ رب العزت نے صرف آپ کے شاعر ہونے کی نفی نہیں کی، بلکہ یہ بھی فرما دیا کہ یہ فن آپ کے شایان

شان نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے کہ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ (یا سین) "اور ہم نے آپؐ کو شعر کا فن نہیں سکھایا اور یہ آپ کے لیے مناسب بھی نہیں ہے"۔ چنانچہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اقوال کے اتنے بڑے ذخیرے میں اشعار کا وجود نہیں ملتا' سوائے رجز کے چند جملوں کے جو غزوہ حنین' غزوہ احزاب یا ایک آدھ اور موقع پر آپؐ سے منقول ہیں۔ آپؐ نے شاعری کو اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا اور اللہ تعالی نے اس فن کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ سے فرو تر قرار دیا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ شاعری اگرچہ ایک فن ہے اور اظہار و ابلاغ کا ایک موثر ذریعہ ہے' لیکن جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ ان کی طرف اس فن کی نسبت کی جائے' مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں متعدد بزرگ شاعر تھے جنہوں نے اس فن کو اختیار کیا اور اس میں اپنے کمالات کے جوہر دکھائے۔ ان میں حضرت حسان بن ثابت' حضرت کعب بن مالک اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم بطور خاص قابل ذکر ہیں' جنہوں نے شعر و شاعری کے محاذ پر کفار کا مقابلہ کیا اور اسلام کے دفاع کی جنگ لڑی۔ ان کے ساتھ ایک اور بزرگ کو بھی شامل کرلیں جو شاعر نہیں خطیب تھے اور ان کی حفاظت کفر کے مقابلہ میں اسلام کا ایک مورچہ تھی۔ وہ ہیں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ' جنہیں خطیب اسلام کا لقب دیا گیا اور یہ چاروں حضرات انصار مدینہ میں سے ہیں۔

اس دور کی سفارتی روایات میں یہ بات شامل تھی کہ جب کسی قبیلہ کا کوئی وفد دوسرے قبیلے کے سردار کے پاس جاتا تو اس قبیلہ کا شاعر اور خطیب ساتھ جاتا اور ملاقات کی محفل میں وفد کی طرف سے ان کا خطیب گفتگو کرتا جس کا جواب میزبان قبیلہ کا خطیب دیتا۔ پھر مہمان وفد کا شاعر شعر کی زبان میں اپنے کمال کا اظہار کرتا اور اس کا جواب بھی میزبان قبیلہ کے شاعر کو دینا ہوتا تھا۔ اصحاب سیر

لکھتے ہیں کہ عربوں کے معروف قبیلہ بنو تمیم کا وفد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مذکورہ روایت کے مطابق اپنا خطیب اور شاعر ساتھ لایا۔ پہلے ان کے خطیب نے خطابت کے جوہر دکھائے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر حضرت ثابت بن قیس نے اس کا جواب دیا۔ پھر بنو تمیم کے شاعر نے اپنا کلام پیش کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت حسان بن ثابت نے اس کا جواب دیا۔ چنانچہ تاریخی روایات کے مطابق بنو تمیم کا وفد یہ کہتے ہوئے رخصت ہوا کہ: "بخدا! ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بڑا خطیب اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑا شاعر ہے"۔

آپ قرآن کریم کی ان آیات پر غور کریں' ان میں شعرا کا تذکرہ جس انداز میں کیا گیا ہے' اس میں ان کی اچھائی کا پہلو نہیں جھلکتا۔ فرمایا گیا ہے کہ شعرا کے پیروکار اکثر گمراہ لوگ ہوتے ہیں' وہ تخیلات و تصورات کی ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں اور ان کے قول و فعل میں مطابقت نہیں ہوتی۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شعر و شاعری کو بطور فن کے پسند نہیں کیا اور مجموعی طور پر اس کی تعریف نہیں کی۔ بلکہ آپؐ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ شاعری کا حسن ہی جھوٹ سے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شعر میں جس قدر مبالغہ ہوگا' تخیل کی جس قدر بلند پروازی ہوگی اور جس قدر بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہوگا' اتنا ہی اس کا حسن نکھرے گا اور فن کا کمال سمجھا جائے گا' لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ حالت جنگ اور حالت امن کے قوانین یکساں نہیں ہوتے۔ حالت جنگ میں قوانین بدل جاتے ہیں' ضابطے جنگی تقاضوں کے مطابق ڈھل جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب شاعری کو جنگ کے ہتھیار کے طور پر اختیار کرنے کا موقع آیا تو خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف پیش رفت فرمائی اور صحابہ کرامؓ کو ترغیب دی کہ وہ اس فن کے ذریعے سے کفر کا مقابلہ کریں اور کفار کے حملوں کا جواب دیں۔

کفار مکہ کے ساتھ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بڑے معرکے ہوئے ہیں' بدر' احد اور احزاب۔ چھوٹی موٹی جھڑپیں اور بھی بہت ہوئیں' مگر بڑے معرکے یہی تین ہیں۔ ان میں آخری معرکہ احزاب کا ہے' جسے غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے۔ احزاب اس لیے کہ قریش مکہ نے اس معرکہ کے لیے اردگرد کے سب قبائل و احزاب کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور خندق اس لیے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے اطراف میں خندق کھود کر اس کے دفاع کا انتظام کیا تھا۔ اس معرکہ میں کفار کے لشکر کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی اور مسلمان زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ ہزار تھے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں محصور ہو کر دفاعی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور شہر میں دشمن کے داخلہ کو روکنے کے لیے خندق کھودی۔ یہ اہل مدینہ پر بڑے خوف اور آزمائش کا وقت تھا' جس کا نقشہ قرآن کریم اس طرح کھینچتا ہے کہ اے ایمان والو! اس وقت کو یاد کرو جب لشکر تم پر چڑھ آئے تھے' جب خوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں' دل حلق میں پھنس گئے تھے' تم خدا کی مدد کے بارے میں طرح طرح کے گمانوں کا شکار ہونے لگے تھے' جب مومنوں کو آزمائش میں ڈال دیا گیا تھا اور جب انہیں ہلا کر رکھ دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس معرکہ میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ کفار کا لشکر محاصرہ ختم کرکے نامراد واپس لوٹنے پر مجبور ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ احزاب سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اب مکے والے ہتھیار لے کر میدان میں تمہارے خلاف کبھی نہیں آئیں گے۔ گویا یہ آخری ہلہ تھا جو انہوں نے بول دیا' یہ ان کا آخری زور تھا جو لگ چکا اور اب انہیں مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں آنے کا حوصلہ نہیں ہو گا۔ یہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی' لیکن اس پیش گوئی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کفار مکہ تمہارے خلاف ہتھیار کی جنگ نہیں لڑیں گے' البتہ شعروشاعری کے

ذریعہ تمہارے خلاف زہر اگلیں گے اور عربوں کو تمہارے خلاف بھڑکائیں گے۔ گویا حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اب کفار مکہ تمہارے خلاف اسلحہ کی نہیں بلکہ میڈیا کی جنگ لڑیں گے۔ اس دور کا میڈیا یہی شعروشاعری تھی اور اسی کے ذریعے سے قومیں ایک دوسرے کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا کرتی تھیں۔ اس پیش گوئی کے ساتھ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر صحابہ کرامؓ کو میڈیا کے اس معرکہ میں شریک ہونے کی ترغیب دلائی کہ ما یمنع قوما نصروا رسول اللہ بسلاحھم ان ینصروہ بالسنتھم "جو قوم اپنے ہتھیاروں کے ساتھ اللہ کے رسول کی مدد کرتی رہی ہے اس کے لیے اپنی زبانوں کے ساتھ رسول اللہ کی مدد کرنے میں کیامانع ہے؟"

روایات میں آتا ہے کہ اس پر صحابہ کرامؓ میں سے تین بزرگ سامنے آئے اور عرض کیا کہ یہ جنگ ہم لڑیں گے۔ یہ وہی تینوں بزرگ ہیں جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے یعنی حضرت حسان بن ثابتؓ' حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ۔ ایک روایت کے مطابق حضرت حسان بن ثابتؓ کھڑے ہوئے' اپنی زبان باہر نکالی' ہاتھ سے پکڑی اور کہا کہ یا رسول اللہ! اس زبان کے ساتھ میں کافروں کے حملوں کا مقابلہ کروں گا۔ چنانچہ ان تینوں بزرگوں نے میڈیا کی یہ جنگ لڑی۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ ان میں کام کی تقسیم بھی تھی' مثلاً" عبداللہ بن رواحہؓ کافروں کی ہجو میں شعر کہتے تھے اور ان کے عیوب اور برائیاں بیان کرتے تھے۔ کعب بن مالکؓ رزمیہ شاعری کرتے تھے' یعنی دھمکیاں دینا اور نفسیاتی رعب ڈالنا ان کا فن تھا' یہ بھی جنگ کا ایک حصہ ہوتا ہے اور حضرت حسان بن ثابتؓ کفار کی طرف سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہے گئے اشعار کا جواب دیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کہتے۔ یہ جنگ ان بزرگوں نے کس جوش و خروش کے ساتھ لڑی؟ تاریخ اس کا تذکرہ بھی بڑے مزے سے کرتی ہے۔ سیرت کی کتابوں میں ذکر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ والے سال عمرہ ادا نہیں کر سکے تھے' قریش مکہ کے ساتھ معاہدہ کے باعث واپس جانا پڑا تھا اور اسی معاہدہ کے تحت اگلے سال عمرۃ

القضا کے لیے تشریف لائے۔ اب حالت یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ صحابہ کرامؓ کی معیت میں مکہ کی طرف بڑھ رہے ہیں' سب نے احرام باندھے ہوئے ہیں' جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہیں' اونٹنی کی مہار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ میں ہے جو آگے آگے چل رہے ہیں اور کافروں کی ہجو 11
میں بلند آواز سے اشعار پڑھتے جا رہے ہیں' جب حدود مکہ میں داخل ہونے لگے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کے کان میں کہا کہ "عبداللہ اب تو مکے میں داخل ہو رہے ہو" کہنا یہ چاہتے تھے کہ اب شعر کہنا چھوڑ دو' یہ بات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لی اور ہاتھ کے اشارے سے یہ کہہ کر حضرت عمرؓ کو روک دیا کہ "مہ یا عمر! عمرؓ رہنے دو! پھر فرمایا: عبداللہ بن رواحہؓ کی زبان سے ادا ہونے والے شعر کافروں کے سینوں میں اس طرح پیوست ہو رہے ہیں جیسے کمان سے نکلنے والا تیر پیوست ہوتا ہے۔ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کی شاعری کا ذکر تو بخاری شریف میں ہے۔ وہ مسجد نبویؐ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں منبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر کافروں کے اشعار کا جواب دیا کرتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و مدح میں اشعار کہتے تھے۔ اس شان سے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے بیٹھے سماعت فرما رہے ہیں' داد دے رہے ہیں اور "ایدک اللہ بروح القدس" کی دعا سے نواز رہے ہیں' بلکہ ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "حسان! اشعار کہتے جاؤ جبریل امینؑ پیچھے کھڑے تمہاری مدد کر رہے ہیں"۔

یہ تھی وہ فضا جس میں صحابہ کرامؓ نے کفار کے خلاف میڈیا کی جنگ لڑی اور میں اس حوالہ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے کہ کفار جس زبان میں مسلمانوں سے بات کریں' مسلمانوں کی طرف سے انہیں اسی زبان میں اور اسی انداز سے جواب ملنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی بات کو کبھی ادھار نہیں رکھا' جس زبان میں انہوں نے بات کی اسی انداز میں انہیں جواب ملا۔ جس انداز میں

گفتگو کی‘ آپؐ نے اسی انداز میں جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ تو اس بارے میں یہ ہے کہ ایک پہلوان کافر نے آپؐ کو کشتی کا چیلنج دے دیا اور کہا کہ آپ کو تب نبی مانوں گا جب آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ نبوت اور کشتی کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ بلکہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ آؤ کشتی لڑ لیتے ہیں۔ کشتی ہوئی‘ آپؐ نے اس پہلوان کو پچھاڑ دیا‘ اس نے دوبارہ تقاضا کیا پھر کشتی ہوئی اور اسے پچھاڑ دیا‘ اس نے پھر دعوت دی پھر تیسری بار کشتی ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیسری بار بھی پچھاڑ دیا۔ یہ پہلوان مسلمان ہوئے‘ کلمہ شہادت پڑھا‘ یہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ ہیں جو جاہلیت کے دور میں بڑے پہلوان شمار ہوتے تھے۔ وہ پہلوان تھے‘ پہلوانی کی زبان سمجھتے تھے‘ اسی زبان میں انہوں نے بات کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زبان میں انہیں جواب دیا۔ یہ اسوہ رسولؐ ہے اور قرآن کریم کا اسلوب بھی یہی ہے۔

اب ان آیات کریمہ پر دوبارہ غور کر لیجئے جو میں نے ابتدا میں تلاوت کی تھیں۔ ان میں شعرا کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ یہ تخیلات و تصورات کی وادیوں میں سرگرداں رہنے والے لوگ ہیں‘ ان کے پیروکار گمراہ لوگ ہوتے ہیں اور قول و فعل کی مطابقت سے بھی یہ لوگ محروم ہوتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ ذکر کرتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت حسان بن ثابتؓ‘ حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پریشان ہو گئے کہ ان کا شمار شعرا میں ہوتا تھا۔ تینوں بزرگ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اگلی آیت بھی سنو جس میں اللہ رب العزت نے شعرا کے بارے میں اپنے بیان کردہ حکم سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ: ”مگر وہ لوگ جو ایمان لائے‘ انہوں نے اچھے اعمال کئے‘ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا اور اپنے اور ظلم ہونے کے بعد اس کا بدلہ لیا“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیے جانے والے شعرا کے چار اوصاف بیان